نقش آغاز ﷽ راشد الحق سمیع حقانی

مذاکراتی عمل سے لے کر آپریشن تک
لاکھوں قبائلیوں کی دربدری کی داستاں

تحریک طالبان پاکستان سے نئی حکومتِ وقت نے آل پارٹیز کانفرنس اور پارلیمنٹ کی سفارشات کی روشنی میں مذاکرات کرنے کا فیصلہ کیا تھا کہ آخر کار ملک میں دس برس سے جاری خانہ جنگی اور طویل بربادی وانتشار کو ہر حالت میں اب رُکنا چاہیے۔ چنانچہ وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کی اور اِن سے اِس سلسلے میں قیامِ امن اور صلح کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کیلئے تعاون مانگا لیکن اس اعلان کے فوراً بعد حکومتی اتحادیوں سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا یہ کردار ہضم نہ ہوسکا اور انہوں نے وزیراعظم پاکستان پر دباؤ ڈالا کہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو اِس کارِ خیر کیلئے منتخب نہ کیا جائے اور انہیں یہ کریڈٹ نہیں دینا چاہیے۔ چنانچہ کمزور اعصاب، سیاسی ناپختگی کے حامل وزیراعظم اپنے فیصلے سے وقتی طور پر پیچھے ہٹ گئے لیکن دوسری جانب تحریک طالبان پاکستان نے یہ اعلان کردیا کہ ہم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ پر مکمل اعتماد کرتے ہیں اور ملک میں قیامِ امن اور مذاکراتی عمل کے لئے اِن کی تائید و حمایت کرتے ہیں۔ لہٰذا ملک میں پہلی مرتبہ باقاعدہ مذاکرات کا عمل شروع ہوگیا اور دونوں جانب سے آہستہ آہستہ جنگ بندی کا آغاز ہوگیا گوکہ درمیان میں اِکا دُکا افسوسناک واقعات وقوع پذیر ہوئے، لیکن تحریک طالبان نے اِن سے قطعی لاتعلقی اور پہلی مرتبہ مذمت کا اظہار بھی کیا۔ بہرحال مذاکرات کا صبر آزما اور مشکل عمل آہستہ آہستہ کامیابی کی جانب بڑھتا چلا گیا اور مذاکراتی کمیٹیوں اور خصوصاً حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے کلیدی کردار کے باعث حکومت، فوج اور تحریک کے درمیان ملاقاتوں کے باقاعدہ دور بھی ہوئے۔ جس سے دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو غور سے سنا اور ایک دوسرے کے مطالبات پر کھل کر بحث کی۔ اِن کامیاب مذاکرات کے باعث ہی ملک کی دس سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ پانچ چھ مہینے نسبتاً قیامِ امن کے حوالے سے مثالی رہے۔ اور اس کا اعتراف وزیراعظم پاکستان میاں نواز شریف اور خصوصاً وزیر داخلہ چوہدری نثار صاحب نے بار بار دہرایا کہ مذاکرات کے دورانیے کے نتیجے میں کم سے کم انسانی جانوں کا ضیاع ہوا اور یہ ملک کیلئے بہت بڑا بریک تھرو ہے گوکہ دونوں جانب سے چند مطالبات پر وقتی تناؤ اور توقف سامنے آتا رہا لیکن

مذاکرات کی ناؤ آہستہ آہستہ ساحلِ عافیت کی جانب بڑھتی رہی۔ لہٰذا یہ خوش آئند صورتحال امریکہ اور مذاکرات مخالفت عناصر کو ایک آنکھ نہ بھائی اور انہوں نے اِس کامیاب ہوتے ہوئے عمل کی بیخ کنی کیلئے کئی محاذوں پر کام شروع کردیا اور بلآخر اپنے عزائم میں یہ کامیاب ہوگئے اور مذاکراتی عمل کو اچانک بغیر کسی اطلاع کے سبوتاژ کردیا گیا اور اچانک ہی شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشن کا اعلان کردیا گیا۔ جس کے نتیجے میں اب تک ۹ لاکھ کے لگ بھگ معصوم، بے گناہ قبائلی، شہری اس شدید گرمی اور رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں وہاں سے ہجرت کرنے پر منتقل ہوگئے ہیں۔ اور بنوں، ڈی آئی خان، کرک وغیرہ کے گرم ترین صحرائی علاقوں میں بے یارومددگار پڑے ہوئے ہیں۔ گوکہ اب حکومت ان کے لئے انتظامات کررہی ہے لیکن ۹ لاکھ افراد کو بنیادی ضروریات پہنچانا انسانی بساط سے باہر لگ رہا ہے۔ اگر آپریشن کا ارادہ تھا ہی تو اِن بے گناہ شہریوں کے لئے مہینوں پہلے کیمپوں اور دیگر بنیادی ضروریات کا خیال اور انتظام کرنا حکومت وقت کا کام تھا، اسی طرح حکومت پاکستان سے اٹھارہ کروڑ عوام یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ آخر کیوں مذاکرات کی میز کس کی ایماء پر یکا یک اُلٹ دی گئی۔ مذاکرات کی ناکامی کی ٹھوس وجوہات وزیرداخلہ اور وزیراعظم پاکستان قوم کو کیوں نہیں بتاتے؟ وہ کیا بنیادی عوامل تھے جس کی بنیاد پر پانچ چھ مہینے کی محنت پر راتوں رات پانی بہا دیا گیا؟ یہ آپریشن دس برس سے کیوں نہیں کیا جارہا تھا؟ اور کیا سوات، اورکزئی، باجوڑ ایجنسی، جنوبی وزیرستان فوجی آپریشنز سے دہشت گردی پر قابو پالیا گیا؟ اور کیا امریکہ نیٹو نے اپنے تمام جدید فوجی ٹیکنالوجی استعمال کرنے کے بعد بھی تحریک طالبان افغانستان کو قابو کرکے شکست دے دی ہے؟ اور کیا امریکہ نے قبائلی علاقوں میں سینکڑوں ڈرون حملوں کے بعد القاعدہ کو ختم کردیا ہے؟ یا حقیقت میں القاعدہ وزیرستان، افغانستان سے پھیل کر یمن، صومالیہ، سوڈان، عراق، شام وغیرہ میں بھی مزید قوت کے ساتھ جدید شکل ''داعش'' کی صورت میں نہ اُبھری؟ پھر اِسی طرح قبائل کی تمام ایجنسیوں اور خصوصاً کراچی جیسے شہر میں طالبان قوت کیا اب تک موجود اور موثر نہیں؟ سوال یہ ہے کہ ماضی کے تمام تجربات اور زمینی حقائق اس بات کی نشاندہی کررہے ہیں کہ ان لوگوں کے ساتھ مذاکرات اور امن وصلح کے ذریعے ہی ٹھوس، دیرپا اور حقیقی امن قائم ہوسکتا ہے۔ ورنہ آگ وخون کا یہ خطرناک کھیل بدقسمتی سے برسوں مزید جاری رہے گا۔ پھر افغانستان سے امریکی نیٹو افواج کے انخلاء اور وہاں پر پُر اِسرار ناکام صدارتی انتخابات کے نتیجے میں پشتونوں اور فارسی بانوں کے درمیان اختلافات مزید ابھر کر سامنے آگئے ہیں۔ جس سے افغانستان کی تقسیم کا خطرہ پہلے سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ ان تمام عوامل کے ہوتے ہوئے اور خصوصاً تحریک طالبان افغانستان کے بڑھتے ہوئے اثرات وفتوحات کے